سلسلہ رسائل مجددی

رسالہ تہلیلیہ

حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہ

بسم الله الرحمن الرحيم

حرره محمد علي زاهد في سنة ١٤١٩ھ

رساله تهليليه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

سلسلہ رسائل مجددی: ۳

رسالہ تہلیلیہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

ترجمہ

مولانا حافظ رشید احمد ارشد

نام کتاب:	رسالہ تہلیلیہ
مؤلف:	امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
ترجمہ:	مولانا حافظ رشید احمد ارشد
اشاعت جدید:	اکتوبر ۲۰۱۱ء
تعداد:	ایک ہزار
صفحات:	۴۰
قیمت:	۵۰ روپے

اہتمام

ادارہ مجددیہ

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰ فون: ۰۲۱-۳۶۶۸۴۷۹۰

www.rahet.org E-mail: info@rahet.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

اللہ پاک کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ حضرت امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے عربی رسالے اثبات النبوۃ کی اشاعت کے بعد ان کے دوسرے نادر اور غیر مطبوعہ عربی رسالے تہلیلیہ کو پہلی بار ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

تہلیل کے معنی ہیں لآ اِلٰـہ الاّ اللّٰـہ کہنا۔ یہ رسالہ اسی کلمہ طیبہ سے متعلق ہے جس کے لئے قرآن پاک میں آیا ہے:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ

اسی کی طرف کلمہ طیبہ بلند ہوتا ہے۔

مفسرین کے نزدیک الکلم الطیب سے مراد کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے۔ پھر دوسری جگہ آتا ہے:

کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کلّ حینٍ باذن ربّھا

کلمہ طیبہ اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین کے اندر خوب جمی ہوئی ہو

اور اس کی شاخ آسمان پر جاری ہو اور وہ درخت خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہو۔

گویا کلمہ طیبہ کے درخت کی جڑ مومن کا اعتقاد ہے جو اس کے قلب میں بڑی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ جاگزیں ہے اور اس کی شاخیں وہ اعمال صالحہ ہیں جو ہمہ وقت رضائے الٰہی کے ثمرات مہیا کرتے ہیں۔ آگے چل کر قرآن پاک میں یوں بھی آتا ہے:

یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ

اللہ پاک ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں بھی دین و ایمان میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

گویا ثبات و استقامت کا ذریعہ یہی کلمہ طیبہ ہے جس نے مکی زندگی میں حضور انور ﷺ اور ان کے متبعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے لئے سخت سے سخت مصائب کو بھی فرح انگیز اور لذت آمیز بنا دیا۔ یعنی:

غریب وسادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ماأوذی نبی مثل ما اُوذیت

کسی پیغمبر کو اس قدر اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں جس قدر مجھے دی گئی ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے اس رسالے میں کلمۂ طیبہ ہی سے متعلق مندرجہ ذیل امور سے بحث کی ہے(۱)۔ یعنی لفظ ''اللہ'' کی تحقیق، لفظ اللہ کے لطائف، دلیلِ توحید، فلاسفہ کی دلیل، قرآن وسنت کی روشنی میں کلمہ توحید کے فضائل، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دلائل و معجزات وغیرہ۔ ایسی بحث دوسرے بزرگوں کے یہاں بھی آجاتی ہے لیکن امام موصوف علیہ الرحمہ نے اپنے زمانے کے جابرانہ اور کافرانہ نظام کے خلاف نہ صرف نظری بل کہ عملی طور پر بھی اعلائے کلمۃ الحق فرما کر دار ورسن کی اذیتیں جھیلی ہیں۔ اس لئے یہ رسالہ علمی اور تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔

اس رسالے میں حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے اپنے عربی رسالے اثبات النبوۃ کا

۱۔ حضرت قدس سرہ نے یہ بحث معارف لدنیہ اور مکتوبات شریفہ (نمبر ۱۶۷ دفتر اول و نمبر ۹ دفتر دوم وغیرہ میں بھی کی ہے۔

ذکر بھی کیا ہے (۲) اور ایک جگہ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۰۷ھ) کے رسالہ ''کنز الحقائق'' کا اقتباس بھی دیا ہے اور ان کے نام کے ساتھ ''قدس سرہ العزیز'' تحریر فرمایا ہے۔ چناں چہ ظاہر ہے کہ موجودہ رسالہ تہلیلیہ ۱۰۰۷ھ کے بعد کی تصنیف ہے۔(۳)

تشکر

حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجددی مدظلہ (ٹنڈو سائیں داد سندھ) کے مجموعۂ رسائل سے یہ رسالہ بھی نقل کیا گیا تھا۔

پھر اس کی تطبیق رباط مظہریہ (مدینہ منورہ) کے نسخے سے کی گئی، پھر مخدومی قبلہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے حضرت مولانا و مخدومنا محمد صادق صاحب مجددی کابلی مدظلہ سابق سفیر افغانستان برائے مصر و حجاز کے قلمی نسخے سے بھی مدینہ طیبہ میں اس کی تطبیق کی اور حضرت موصوف نے از راہ شفقت اس کے متن کی تصحیح فرمائی۔

پھر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ نے بھی اس پر ایک نظر ڈالی۔ اور مکرمی جناب مولانا حافظ رشید احمد صاحب ارشد (استاد کراچی یونی ورسٹی) نے اس کا بامحاورہ سلیس ترجمہ فرمایا۔

اللہ پاک ان سب حضرات کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے آمین

احقر۔ غلام مصطفیٰ خاں
یک شنبہ ۲۵/شوال ۱۳۸۴ھ
صدر شعبۂ اردو۔ سندھ یونیورسٹی۔ حیدر آباد

۲۔ ملاحظہ کیجیے: ص ۱۷

۳۔ راقم الحروف نے محض اندازے سے اس کا تاریخی نام معارفِ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۱۰۱۰ھ) بنا دیا ہے

''قرآن کریم اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند بانگ فصیح و بلیغ خالص عربی ادبا کو چیلنج کیا اور ان کو دعوت دی کہ وہ قرآن جیسی کوئی سورت پیش کریں۔ اس قسم کے لوگ عربوں میں بکثرت تھے اور انتہائی درجہ کے متعصب تھے اور ان کی عہدِ جاہلیت کی حمیت او غیرت بہت مشہور تھی مگر وہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت کے برابر بھی کوئی چیز پیش نہیں کر سکے یہاں تک کہ انہوں نے حروف کے (قلمی) مقابلے پر تلوار کی جنگ کو ترجیح دی اگر وہ (قلمی) مقابلے کر سکتے تو وہ ضرور مقابلہ کرتے''۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام على رسوله محمد و اله و اصحابه اجمعين امام بعد فهذه رسالة فى تحقيق الكلمة الشريفة:

لا اله الا الله محمد رسولُ الله

بحث تقدير خبر لا

فان قلت لا بد من تقدير خبر لا فان كان تقديره لا اله موجود الا الله لايفيد عدم امكان اله اخر، و ان كان تقديره لا اله ممكن الا الله لايدل على وجوب(١) المستثنىٰ و كلاهما باطلان.

قلنا نختار الاول كما هو المشهور فى تقدير خبر لا و نمنع بطلانَ تاليه فان عدم امكان اله اخر و ان كان مما يجب ان نعتقده و لكن لا يجب ان تدل كلمة التوحيد على ماهو كذالك، فمن الجائز ان يكتفى(٢) فيها على الدلالة بان ليس فى الوجود اله الا الله سبحانه لما هوا لمقصد و العمدة فى هذا المطلب. فان قلت لا حاجة الى اثبات خبر لا فى لغة بنى تميم على مانقله ابن الحاجب من انهم لا يثبتون خبرها، قلنا هو غير معتمد عند المحققين حتىٰ قال الاندلسى:

لا ادرى من اين نقله و لعله قاسه (٣)

وقال:

١۔ فى النسخ: وجود

٢۔ فى النسخ: اكتفى

٣۔ فى النسخ: مقالته

و الحق ان بنی تميم يحذفونه وجوبا اذا كان جوابا عن السوال و قامت قرينته دالة عليه، و اذا لم تقم فلا يجوز حذفه رأسا اذ لا دليل عليه.

فبنو تميم(۱) اذن كاهل الحجاز في ايجاب الاتيان به و الله المستعان(۲).

سر تحير العقلاء فى تحقيق لفظ الله

قال السيد السند فى حواشيه على الكشاف:

كما تاهت العقلاء فى ذاته تعالىٰ وصفاته لا حتجابها بانوارا لعظمة و الجبروت تحيروا ايضا فى لفظ الله كانه انعكس اليه من تلك الانوار اشعّةٌ تحيرت بها عين المستبصرين فاختلفوا أسريانى(۳) هو ام عربى، اسم اوصفة، مشتق و مم اشتقاقه و ما اصله او غير مشتق، علمٌ او غير علمٍ.

قيل اصله اله فحذفت الهمزة و عوّض عنها الالف و اللام ولذالك قيل يا الله بالقطع. فان قلت ماشأن هذه الهمزة قطعت فى النداء ووصلت فى غيره، قلنا انها تجردت للتعويض فى النداء(٤) اغنىٰ عن تعريف الالف و اللام و اجريت مجرى الهمزة الاصلية فقطعت و فى غير النداء لما لم ينخلع عنه معنىٰ التعريف بالكلية و صلت فافهم. وهو مخصوص بالمعبود بالحق لان الاله فى الاصل يقع على كل معبود حقا كان او باطلا ثم غلب على المعبود بالحق.

و قيل اصله الاله حذفت الهمزة لثقلها و اذغم اللام. و اشتقاقه قيل من اله الاهة، و الوهة والوهيّة يعنى عبد بمعنى تعبد و منه تاله و استاله اى تعبد. و قيل من اله اذا تحير لان العقول تتحير فى معرفته. او من الهت الى فلان اى سكنت اليه لان الارواح تسكن الى معرفته. و قيل هو علم لذاته المخصوصة جامد لا

۱۔ فی النسخہ: بل بنو تميم

۲۔ فی النسخہ: اعلم

۳۔ فی النسخہ: أعبرى

۴۔ فی النسخہ: لان تعريف النداء

اشتقاق له لانه يوصف و لايوصف به ولانه لا بد له من اسم تجرى عليه صفاته ولايصلح له مما يطلق عليه سواه .

ولانه لو كان و صفا لم يكن قول لا اله الا الله توحيدا مثل لا اله الا الرحمن فانه لا يمنع لا الشركة . و فيه نظر لان الدلائل المذكورة لا تدل على ثبوت المطلوب(١).

اما الاول فلانه يدل على نفى الوصفية لا على ثبوت العلمية اذا اسماء الاجناس و لفظ الشئ ايضا كذالك . و كذا الدليل الثانى لا يدل على ثبوت العلمية ايضا كما لا يخفى .

و اما الثالث فلانه يمكن ان يكون من الاوصاف الغالبة بحيث لا يستعمل فى غيره و يمنع الشركة من غير ان يكون علما علا انا نقول مثل لا اله الا الرحمن لم لا يجوز ان يكون مفيدا اللتوحيد ايضا لان الرحمن لا يطلق على غيره و لايوصف به سواه و صار كالعلم بحيث يمنع الشركة فيه كما قالوا(٢) فافهم.

و ما قاله القاضى البيضاوى فى منع كو نه علما لذاته المخصوصة من ان ذاته من حيث هو بلا اعتبار امر اخر حقيقى او غيره غير معقول للبشر فلا يمكن ان يدل عليه بلفظ . ففيه نظر لان هذا الوجه لا يتمشى فيما اذا كان الواضع هو الله سبحانه و تعالىٰ كما لا يخفى.

فان قلت ان العلم بالشئ بوجه يغاير العلم بوجه اخر كما هو مختار كثير من العلماء فحينئذ يجوز ان يعلم ذاته المشخصة بوجه كالواجب لذاته او المعبود بالحق و وضع الله (٣) للذات المعلومة بهذا الوجه فيدل هذا اللفظ عليه . قلت لا بد فى هذا الوضع من العلم بخصوصيته الذات بحيث يمنع الشركة و اما العلم بالشئ بالوجه الاعم و المفهوم الكلى فلا يكفى فى هذا المطلب فتامل فانه دقيق و الله المستعان.

١۔ فی النسخ: المطلب

٢۔ فی النسخ: ترى

٣۔ فی النسخ: وضع لفظ الله

لطائف عجيبية فى لفظة الجلالة

قال بعض المحققين من لطائف لفظ الله انك اذالم تلفظ بالهمزة بقى الله وَللهِ جُنُودُ السَّموات وَالاَرضِ فان تركت من هذه البقية اللام بقيت على صورة له " لَهُ مَافِى السَّموٰاتِ وَمَافِى الاَرضِ " . فان تركت اللام الباقية ايضا بقى الهاء المضمومة من هو" لا الٰهَ اِلَّا هُو " والواو زائدة بدليل سقوطها فى هما وهم و فيه تامل لا يخفى على من له ادنىٰ دراية فى العربية . و اما بحسب المعانى فانك اذا دعوت الله فكانك دعوته بجميع الصفات بخلاف سائر الاسماء و لهذا صحت كلمة الشهادة به فقط.

دليل الوحدانية

و الدليل على كونه سبحانه واحدا هو انه لو وجد الهان قادران لكان نسبة المقدورات اليهما على السواء لان علة القدرة ذاتهما و علة المقدورية امكانهم فلاجرم يستوى النسبة فحينئذ يلزم ان يوجد هذا المقدور المعين اما بهما معا و هو محال لامتناع توارد القدرتين المستقلتين على مقدور واحد. و اما باحدهما و هو ايضا محال للزوم التجيح بلا مرجح . فالحاصل انه على تقدير تعدد الاله لم يصلح وجود شئ من الممكنات لاستلزام احد المحالين المذكورين و المستلزم للمحال محال كمالا يخفى، و برهان التمانع الدال عليه قوله تعالىٰ لَوْكَانَ فِيهِمَاالِهَةٌ اِلَّا الله ُفَفَسَدَتَا لاثبات هذا المطلب مشهور غنى عن البيان.

قال الحكماء لو وجد واجبان و قد ثبت عندهم ان الوجوب نفس الماهية لتمايز ابتعين ليحصل الا ثنينية فيلزم تركهما و هو محال اذيلزم ان لا يكون شئ منهما واجباً لوجود التركيب المنافى له و المفروض خلافه .

فى شرح المواقف(١) انه لا مخالف فى هذه المسئلة الا الثنوية دون الوثنية فانهم لا يقولون بوجود الٰهين واجبى الوجود و لايصفون الاوثان بصفات الالٰهية و ان اطلقوا عليها اسم الألهة بل اتخذوا على انها تماثيل الانبياء و الزهاد او

١ـ فى النسخ: ذكر فى شرح المواقف

الملائكة او الكواكب و اشتغلوا بتعظيمها على وجه العبادة توصلا بها الى ماهو اله حقيقة .

فضائل الكلمة الطيبة

و اما فضائل هذه الكلمة الشريفة فمنها مارواه البخارى و مسلم عن معاذ رضى الله عنه،قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

ما من احد يشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله صدقا من قلبه ال احرمه الله على النار .

و منها ماروياه ايضا عن ابى ذررضى الله عنه ،قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم:

ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذٰلك الا دخل الجنة قلت و ان زنىٰ و ان سرق؟ قال و ان زنىٰ وان سرق؟ قلت و ان زنى و ان سرق؟ قال و ان زنى و ان سرق قلت و ان زنى و ان سرق؟ قال و ان زنى و ان سرق على رغم انف ابى ذر

و منها ما رواه مسلم ايضا عن عبادة بن الصامت،رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

من شهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله ﷺ حرم الله تعالىٰ عليه النار .

و منها ماروا ه مسلم ايضا عن عثمان بن عفان رضى الله عنه ،قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة .

و منها مارواه احمد عن معاذ بن جبل رضى الله عنه،قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

مفاتيح الجنة شهادة ان لا اله الا الله'.

و منها مارواه الترمذى و ابن ماجة عن جابررضى الله عنه ، قال قال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم:

افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ .

و منہا مارواہ فی شرح السنۃ عن ابی سعدی الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

قال موسیٰ یاربِّ علّمنی شیئا اَذکرکَ بہٖ او اَدعوکَ بہ فقال یا موسیٰ قل لا الہ الا اللہ فقال یا ربِّ کل عبادک یقول ھذا،انما ارید شیئا تَخُصُّنی بہ قال یا موسیٰ لو ان السموات السبع و عامر ھن غیری و الارضین السبع و ضعن فی کفۃ و لا الہ الا اللہ فی کفۃ لمالت بھن لا الہ الا اللہ.

و منہا مّا قال المفسرون فی قولہ سبحانہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ من ان المراد من الکلم الطیب کلمات التوحید لا الہ الا اللہ

و ایضا قالوا فی تفسیر قولہ عزو جل لَایَتَکَلَّمُوْنَ اِلاَّ مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَاباً . ان المراد من القول الصواب ھو قول المشفوع لہ لا الہ الا اللہ فی الدنیا.

اعلم ان توحید العوام من اھل الاسلام ھو نفی الشرکۃ عنہ سبحانہ فی کونہ الھاً واجباً لذاتہ معبودا بالاستحقاق و علیہ مدا رالنجاۃ الاخرویۃ و السعادۃ الابدیۃ و بہ دعوۃ الانبیاء للخلق ظاھرا . و اما وحدتہ سبحانہ عند الصوفیۃ و ھم المستالھون المکاشفون المقتبسون من مشکوٰۃ النبوۃ الذین ھم اوتاد الارض ببرکاتھم تنزل الرحمۃ الی اھل الارض و بھم یمطرون و بھم یرزقون و ھم قوم لا یشقی جلیسھم فعبارۃ عن نفی الشرک عنہ تعالیٰ فی الوجود لما لا موجود عندھم سواہ وھو کما کان علی صرافۃ الاطلاق ولا کون و لا تقید معہ فکذا الآن و انما یسمی عالما و غیر او سوی تقیدا فانما ھو محض ارأۃ و انتقاش قدرۃ کما قال العارف: بیت

دوئی را نیست رہ در حضرت تو
ہمہ عالم توئی او قدرت تو

قال الشیخ صدر الدین القونوی قدس سرہ فی النصوص:

اعظم الشبه و الحجب التعددات الواقعة فی الوجود الواحد بموجب اٰثار الاعیان الثابتة فیه ، فیتوهم ان الاعیان ظهرت فی الوجود و بالوجود انما ظهرت اٰثار فیه و لم تظهر هی و لاتظهر ابدا لانها لذاتها لا تقتضی الظهور .

قال شیخی و والدی قدس سره فی الرسالة المسماة بکنز الحقائق :

ان هذا التقید وان کان محض ارأة لکن لما کن صُنعَ الله الَّذیْ اتقن کُلَّ شَیْءٍ اخذ حکم الموجود الحقیقی و ترتب علیه الاحکام الدنیویة و الاخرویة کما نطق به الکتاب و السنة و صار ابدیا لایزول بازالة احد الا من نظره مع بقاء اثره و لهذا جعلوه من مراتب الوجود.

ولما لم یکن هذا التقید موجودا حقیقیا فی نفس الامر بل معدوما صرفا کما کان اذ الاعیان ماشمت رائحة الوجود و الموجود الحقیقی لیس الا الله الواحد القهار سماه مرتب التنزل للوجود الا لیس لله سبحانه تنزل و لاترق(۱) بل هو سبحانه علی صرافة الاطلاق عن کل قید حتی عن قید الاطلاق و مطلق الوجود جامع لمراتب الاحکام لکن لکل مرتبة منها احکام مختصة بها لایجاوزها فمن لم یحفظها کان زندیقا ولهذا انزل الکتب و ارسل الرسل لبیانها و حفظها . هذا ، و العمدة فی ادراك هذا المطلب الشریف عندهم هو الوجدان الصحیح و المکاشفات الحقانیة .

قالوا قد ظهر لنا بالکشف و العیان ان وجوده سبحانه عین ذاته ولاموجود حقیقة سواه و سائر الاشیاء شیون و اعتبارات لاحقة لذاته فحقیقته سبحانه وجود متاکد ای وجود قائم بذاته فیکون وجودا و موجودا معا لان معنی الموجود ما قام به الوجود سواء کان من قبیل قیام الصفة بالموصوف او قیام الشیء بنفسه .

فحینئذ یکون الوجود حقیقة قائمة بذاته لا وصفا قائما بغیره فلا یکون غیره موجودا اصلا فیکون التفاوت و التباعد بین الممکن و الواجب فی مرتبة الوجود علی نهج الکمال لان ذاته سبحانه عین وجوده و ذات الممکن لاعین وجوده

ا۔ فی النسخہ :ترقی

ولامتصف بوجوده ولا معرض لوجوده بل يرى الممكن بسبب نسبة خاصة (١) بالوجود كانه موجود فوجود الممكنات عبارة عن نسبة خاصة بهم بالوجود القائم بالذات من غير ان يكون الوجود قائما بهم . كما ان الحداد يقال لشخص يكون الحديد مصنوعا بصناعته و يكون له نسبة خاصة بالحديد من غير ان يكون الحديد مصنوعا بصناعته و يكون له نسبة خاصة بالحديد من غير ان يكون الحديد قائما به و كا لمشمس يقال للماء الذى حصل له نسبة خاصة بالشمس من المحاذات و يحصل التسخين بسببه فيكون العالم فى مرتبة الوجود انزل بمراتب من مرتبة وجود الحق سبحانه و تعالىٰ ماللتراب و رب الارباب فيكون الغناء المطلق و الكمالات الصورية و المعنوية للحق سبحانه لانه عين الوجود و اصل (٢) الكمالات . شعر:

ولوجهها من وجهها قمر

ولعينها من عينها كحل

و الذل و الافتقار الذاتى للخلق لما لاوجود لهم حقيقة ولا ارأة ايضا بل هو عكس وجود الحق سبحانه الذى ظهر فى مرايا الاعيان و مجاليها وهى باقية على اعدامها كما ان الماء عند ظهور لون الظرف فيه باق على عدم اللونية كما كان لان اللون الذى ظهر فيه لون الغير لا لونه. سئل الجنيد قدس سره عن التوحيد فقال لون الماء لون انائه يعنى ان الوجود و الكمالات التى ظهرت فى الاعيان ليست الا للحق سبحانه و الاعيان ماشمت رائحة الوجود اصلا فالعالم عبارة عن تلك الاعيان التى ظننت بواسطة تجليه سبحانه فيها انها وجدت فصار نظام العالم من ذلك الوجود الظاهر و مه تلك العدام، كما قال الشيخ العراقى . بيت

روز و شب باہم آشتی کردند

کار عالم ازاں گرفت نظام

يعنى انتظم العالم بواسطة اختلاط الوجود و العدم و امتزاجه معه .

١۔ فى النسخۃ :حاضرة

٢۔ فى النسخۃ :وهو

قال الشیخ العارف عبد القدوس الحنفی فی مکتوباته:

حقیقت حق سبحانہ ہستی مطلق است اما کسوت کونی خاک در چشم محجوباں می افگند و دورد مہجوری دارد۔

یعنی ظهوره سبحانه بصفات الاعیان الثابتة و انصباغه باحکامها الاعتبار یتصار سببا لاحتجاب ادراك المحجوبین و الا لیس الظاهر المرئی المشهود الا الحق سبحانه و تعالیٰ.

قال الشیخ محی الدین قدس سره:

منهم من قال الحق محسوس و الخلق معقول سبحان من خفی لشدة ظهوره و بعد لغایة قربة و جهل لفقد ادراك ادراكه لا لفقد ادراكه لحصوله لکل فرد من الانسان و عدم انفکاکه عنهم اصلا و بعثت الانبیاء علیهم الصلوٰة و السلام و التکالیف الشاقة لتحصیل أدراك الادراك.

مذهب الفلاسفة

اعلم ان الحکماء وافقوهم فی ان وجود الحق سبحانه عین ذاته و وجود غیره عبارة عن نسبة خاصة له بالوجود الواجب قائم بذاته من غیر ان یکون الوجود و صفا قائما به کما مر فی الحداد و المشمس.

واستدلوا علی کون وجود الواجب تعالی عین ذاته بوجهین: الاول لو کان الوجود زائدا علی ذاته لاحتاج فی اتصافه بالوجود الی العلة فلو کانت علة اتصافه هو الذات لزم تقدم اتصاف ذاته بالوجود علی تاثیره فی اتصاف الوجود لان ضرورة العقل حاکمة بان الایجاد فرع الوجود. فحینئذ لو کان الوجود السابق عین الوجود اللاحق لزم تقدم الشئ علی نفسه و ان کان غیر اللاحق نقلنا الکلام الیٰ اتصافه بذلك الشئ الغیر حتیٰ یلزم التسلسل فی الوجود او الانتهاء الی وجود هو عین الذات مع ان التعدد فی وجود شئ واحد محال کما تشهد به الفطرة السلیمة.

الوجه الثانی ان مایعرض له الوجود فالوجود بالنظر الی ذاته مسلوب عنه کما هو المشهور بین الجمهور من انه لیست الماهیة من حیث هی واحداً ولا کثیراً ولا شیئا من الامور العارضة لها و ثبوت الوجود له لیس ناشیا عن ذاته لما مر من ان الایجاد فرع الوجود فلا یصح ان یکون الذات من حیث هی بلا شرط الوجود موجدا سواء کان موجدا لنفسه اور موجدا لغیره . فیکون حقیقة الواجب تعالی وجودا متاکدا(۱) وجودا قائم بذاته و یکون وجودا وموجودا معا کما مر.

الجزء الثانی من الکلمة الطیبة

محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم سید ولد اٰدم و اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة و اکرم الاولین و الاخرین علی الله و اول من ینشق عنه القبرو اول شافع و اول مشفع و اول من یقرع باب الجنة فیفتح الله سبحانه و حامل لواء الحمد یوم القیامة تحته اٰدم فمن دونه من الانبیاء و غیرهم الذی قال صلی الله علیه وسلم:

نحن الاٰخرون و نحن السابقون یوم القیامة و انا قائل قولا غیر فخر و انا قائد المرسلین ولا فخر و انا خاتم النبیین ولا فخر و ان اول الناس خروجا اذا بعثوا و ان قائدهم اذا وفدوا و انا خطیبهم اذا انصتوا و ان مستشفعهم اذا حبسوا و ان مبشرهم اذا ینسوا، الکرامة و المفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی و انا اکرم ولد اٰدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض مکنون او لؤلؤ منثور و اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین و خطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر

لولاه لما خلق الله سبحانه الخلق ولما اظهر الربوبیة وکان نبیا و اٰدم بین الماء و الطین .

دلیل النبوة

و الدلیل المعوّل علیه فی اثبات نبوته صلی الله علیه وسلم عند الجمهور هو

۱۔ فی النسخ :متاکدا اعنی

انه ادعى النبوة و اظهر المعجزة على يده و كل من كان كذالك كان نبيا اما انه ادعى النبوة فللتواتر و اما انه اظهر المعجزة فلان معجزته القرآن و غيره.

اما ان القرآن معجز فلانه عليه الصلوة و السلام تحدى به و دعا الى الاتيان بسورة من مثله مصاقع البلاغاء و الفصحاء من عرب العرباء مع كثرتهم و اشتهار هم بغاية العصبية و الحمية الجاهلية فعجزوا عن الاتيان باقصر سورة من مثله حتىٰ آثروا المقارعة بالسيوف على المعارضة بالحروف ولو قدروا على المعارضة لعارضوا ولو عارضوا النقل بالتواتر الينا لتوفر الدواعى على نقله كنقل(١) الخطيب على المنبر و العلم بجميع ذالك قطعى بالضرورة العادية و العادةاحد طرق العلم كالحس.

و اما ان كل من ادعى النبوة و اظهر المعجزة يكون نبيا فلان الله تعالىٰ اجرى عادته بخلق العلم لصدق مدعى النبوة عقيب ظهور المعجزة على يده فان اظهار المعجزة على يد الكاذب مما يعلم انتفائه عادة لان من قال انا بنى ثم نتق الجبل و اوقفه علىٰ رؤوسهم و قال " ان كذبتمونى وقع عليكم و ان صدقتمونى انصرف عنكم " و كلما هموا بتصديقه بعد عنهم و اذا هموا بتكذيبه قرب منهم علم بالضرورة انه صادق فى دعواه و العادة قاضية بامتناع ذالك من الكاذب.

واوردوا لهذا مثلا وقالوا اذا قام رجل فى مجلس ملك بمشهد الجم الغفير و ادّعىٰ انه رسول هذا الملك اليهم فطالبوه بالحجة فقال هى ان يخالف هذا الملك عادته و يقوم من سريره و يقعد فى مكان لا يعتاده ففعل كان ذالك تصديقا له و مفيدا للعلم الضرورى بصدقه من غير شك.

و هذا المثال ليس من قبيل قياس الغائب على الشاهد بل ندعىٰ انه ظهور المعجزة يفيد علما ضروريا بالصدق و ان كونه مفيدا له معلوم بالضورة العادية و هذا امثال للتفهيم و زيادة التقرير و ما اورد عليه من الاسئلة و الاجوبة فمذكور فى المطولات وقد استقصيناه فى رسالتنا المحررة لاثبات النبوة.

و اما غيره من المعجزات فانها و ان لم يتواتر تفاصيلها فالقدر المشترك بينها

ا۔ فی النسخۃ: کقتل

وهو ثبوت المعجزة متواتر بلا شبهة كشجاعة علي رضى الله عنه و سخاوة حاتم وهو كافٍ لنا فى اثبات المطلوب.

على ان الاستدلال باحواله صلى الله عليه وسلم قبل النبوة و حال الدعوة و بعد تمامها واخلاقه الكريمة و احكامه الحكيمة و اقدامه حيث يحجم(١) الابطال و عدم صدور الكذب منه قط لا فى مهمات الدين ولا فى مهمات الدنيا ولو كذت مرة لاجتهدوا عداوة فى تشهيره و عدم اقدامه على فعل قبيح لا قبل النبوة ولا بعدها و كونه فى غاية الفصاحة مع كونه اُميّا و تحمله فى تبليغ الرسالة انواع المشقات حتى قال:

مااوذى نبي مثل ما أوذيت

و صبره عليها بلا فتور فى عزيمة.

ولما استولى على الاعداء و بلغ الرتبة الرفيعة فى نفاذ امره فى الاموال و الانفس لم يتغير عما كان عليه بل بقى من اول عمره الىٰ اخره على طريقة واحدة مرضية

و كونه فى غاية الشفقة علىٰ امته حتىٰ خوطب بقوله عزوجل :

فَلاَ تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَراتٍ.

و كونه فى غاية السخاوة حتىٰ عوتب بقوله

وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ .

و كونه عديم الالتفات الى زخارف الدنيا . و كونه مع الفقراء و المساكين فى غاية التواضع و مع الغنياء فى غاية الترفع. و عدم فراره من اعدائه قط و ان عظم الخوف مثل يوم احد و يوم الاحذاب و ذالك يدل على قوة قله و شهامة جنابه ولولا ثقته بعصمة (٢)الله تعالىٰ اياه كما وعده بقولهء

وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

لامتنع ذالك عادة ولم يتلون حاله عليه الصلوة و السلام وقد تلونت به احوال

١۔ فى النسخ :احجم

٢۔ فى النسخ :بعظمة

غیره و هذا كافٍ على كونه صلى الله عليه وسلم على اعلى درجات النبوة كما لايخفى على الفطن المنصف.

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

فليكن هذا اخر الرسالة وله الحمد فى الاولى و الاكرة وله الحكم واليه ترجعون.

قد تمت الرسالة فى تحقيق الكلمة الطيبة

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ رسالہ کلمۂ طیبہ لاَ اِلٰہَ الاَّ اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی تحقیق میں ہے۔

بحث تقدیر خبر لا

اگر آپ یہ کہیں کہ (کلمۂ طیبہ میں) لا کی خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے تو (اعتراض یہ ہے کہ) اگر اصل عبارت یہ قرار دی جائے کہ لا الہ موجود الا اللہ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ دوسرے خدا (کا وجود) ممکن نہیں۔ اگر اصل عبارت یہ قرار دی جائے کہ لآ الٰہ ممکن الا اللہ تو (اس دوسری صورت میں مستثنیٰ (یعنی اللہ) کے وجوب کا مفہوم ثابت نہیں ہو سکے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں صورتیں صحیح نہیں ہیں۔

(اس کے جواب میں) ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم پہلی صورت (یعنی لا الہ موجود الا اللہ) کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں دوسرے حصے کو تسلیم نہیں کرتے ہیں (جس میں یہ کہا گیا ہے کہ

دوسرے خدا کو اس کلمے کے ذریعے ناممکن ثابت کیا جائے) یہ صحیح ہے کہ دوسرے خدا کے ناممکن ہونے کا عقیدہ رکھنا (ہمارے لئے) ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ کلمۂ توحید ہی سے اس کو ثابت کیا جائے۔ کلمۂ توحید صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود موجود نہیں۔ یہی اس کلمہ کا اصل مقصد ومنشا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ (عرب کے قبیلۂ) بنوتمیم کے محاورے کے مطابق لا کے لئے خبر کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ (مشہور نحوی عالم) ابن حاجب یہ لکھتے ہیں کہ ''قبیلۂ بنوتمیم لا کے لئے خبر کا ہونا ضروری نہیں سمجھتے''۔ تو ہم (اس کے جواب میں) یہ کہیں گے کہ یہ قول محققین کے نزدیک غیر معتبر ہے یہاں تک اندلسی نے کہا ہے ''مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ بات کہاں سے نقل کی، شاید کہ انہوں نے خود ہی قیاس کرلیا ہے''۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں ''حقیقت یہ ہے کہ بنوتمیم لا کی خبر کو لازمی طور پر اس وقت حذف کرتے ہیں جبکہ کسی سوال کا جواب دیا جائے یا ایسا قرینہ موجود ہو جس کے ذریعے خبر کے مفہوم کا پتہ چل سکے لیکن اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو خبر کو حذف کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہے کیوں کہ اس وقت اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکے گا''۔ (اس سے یہ ثابت ہوا کہ) بنوتمیم بھی اہل حجاز کی طرح خبر کے وجود کو ضروری سمجھتے ہیں بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

لفظ ''اللہ'' کی تحقیق

(مشہور محقق عالم) سید سند نے (علامہ زمخشری کی تفسیر) کشاف کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے'' جس طرح اہل دانش اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں اس لئے بھٹکے ہوئے ہیں کہ وہ عظمتِ خداوندی کے انوار میں پوشیدہ ہے اسی طرح وہ لفظ اللہ (کی تحقیق) میں بھی حیران ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس (لفظ) میں بھی انہی انوارِ الٰہی کی شعاعیں منعکس ہوگئی ہیں اور اسی وجہ سے اہل بصیرت کی آنکھیں خیرہ ہوگئی ہیں چناں چہ ان لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اللہ کا لفظ سریانی زبان کا ہے یا عربی زبان کا؟ نیز آیا یہ لفظ اسم ہے یا صفت، مشتق ہے یا غیر مشتق۔ اگر صفت مشتق ہے تو یہ کس لفظ سے مشتق ہے؟ اگر مشتق نہیں ہے تو آیا یہ عَلَم ہے یا عَلَم نہیں ہے''۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہ لفظ اصل میں اِلٰہ تھا اس میں سے ہمزہ کو حذف کرکے اس کی بجائے الف اور لام کو لایا گیا ہے اور اسی وجہ سے یا اللہ ہمزہ قطعی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے (یعنی

اسے پہلے لفظ کے ساتھ ملایا نہیں جاتا) اگر آپ ﷺ (اعتراض کے طور پر) یہ کہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نداء (پکارنے) کی صورت میں ہمزہ قطعی ہوتا ہے اور نداء نہ ہونے کی صورت میں وصلی ہوتا ہے (یعنی اسے پہلے لفظ سے ملا دیا جاتا ہے)۔ تو (اس کے جواب میں) ہم یہ کہیں گے کہ نداء کی صورت میں یہ ہمزہ محض معرفہ کے الف لام کے عوض باقی رہتا ہے اور ہمزۂ اصلی کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے وہ قطعی ہوتا ہے۔ نداء نہ ہونے کی صورت میں چوں کہ معرفہ ہونے کا مفہوم اس لفظ سے بالکلیہ خارج نہیں ہوتا اس لئے یہ ہمزہ وصلی ہو جاتا ہے اس (نکتہ) کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے۔

لفظ اللہ معبود برحق کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ الٰہ ہر معبود کے لئے مستعمل ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا باطل۔ بعد ازاں اس کا عام استعمال معبودِ برحق کے لئے مخصوص ہو گیا۔

لفظ اللہ کا اشتقاق

بعض نے کہا ہے کہ اصل لفظ اَلإِلٰہ ہے، اس میں (درمیان کا) ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے محذوف ہو گیا اور لام کا لام میں ادغام ہو گیا (اس طرح یہ لفظ اللہ بن گیا)۔ بعض (علماء) کا قول ہے کہ اللہ کا اشتقاق الــٰہ الاهةً و الــوهة واُلُوهيّة سے ہے جس کے معنیٰ ہیں تَعَبّدَ (اس نے عبادت کی) اسی مادہ) سے تالّہ اور استالہ کا لفظ ماخوذ ہے جس کا مفہوم بھی تَعَبّدَ ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ الہ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ تحیر (حیران ہوا) ہے۔ (اس مفہوم کے مطابق اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ) عقلیں اس کی معرفت میں حیران ہیں۔ ایک محاورہ یہ بھی ہے الهتُ اِلٰی فُلانٍ (مجھے فلاں شخص سے سکون حاصل ہوا) اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی معرفت سے روحیں سکون اور چین حاصل کرتی ہیں۔

بعض (علماء) کا یہ قول ہے اللہ کا لفظ عَلَمُ ہے یعنی یہ اسم جامد ہے اور کسی لفظ سے مشتق نہیں ہے بل کہ ذات باری کے لئے مخصوص ہے کیوں کہ یہ اسم موصوف بنتا ہے، صفت نہیں بنتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے لئے ایسا نام مقرر کیا جائے جو اس کی تمام صفات کو شامل ہو۔ لہذا اس لفظ کے علاوہ دوسرے الفاظ ایسے نہیں ہیں جن میں یہ صلاحیت ہو۔ (تیسری دلیل یہ ہے کہ) اگر یہ (لفظ اللہ) صفت ہوتا تو لآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کلمۂ توحید نہ بنتا۔ جس طرح لآ اِلٰـهَ الاَّ الرَّحمٰن کلمہ توحید نہیں ہے، کیوں کہ لا اله الا الرحمن مانع شرکت نہیں ہے۔

مگر یہ قول محل نظر ہے کیوں کہ مذکورہ بالا دلائل مدعا کو ثابت نہیں کرتے۔ پہلی دلیل صرف صفت ہونے کی تردید کرتی ہے، اس لفظ کے علم ہونے کو ثابت نہیں کرتی، کیوں کہ اسمائے اجناس اور لفظ شیٔ اسی طرح کے ہیں۔ (یہ صفات نہ ہونے باوجود علم بھی نہیں ہیں)۔

اسی طرح دوسری دلیل سے بھی اس کا علَم ہونا ثابت نہیں ہوتا، یہ بات بالکل واضح ہے۔

تیسری دلیل اس لئے محل نظر ہے کہ اس کے مطابق ممکن ہے کہ یہ لفظ اوصاف غالبہ میں سے ہو یعنی ان کا استعمال دوسرے کے لئے نہ ہو، وہ شرکتِ غیر کو قبول نہ کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ علم بھی نہ ہو۔ اس اصول کے مطابق ہم یہ کہتے ہیں کہ لا الہ الا الرحمٰن جیسے کلمات سے بھی توحید کا ثبوت ملتا ہے کیوں کہ الرحمٰن کا اطلاق (خدا کے سوا) دوسری ذات پر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کا موصوف نہیں بن سکتا اور علم کے مانند ہو گیا ہے اس طرح کہ اس (الرحمٰن) میں شرکت کے لئے مانع ہے جیسا کہ (علماء) بیان کرتے ہیں۔ لہذا اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

قاضی بیضاویؒ نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص ذات کے لئے (کسی مخصوص لفظ کے) علم ہونے کی تردید میں یہ تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذت کسی دوسری حقیقی یا غیر حقیقی شے کا لحاظ کئے بغیر انسانی عقل کی سمجھ سے باہر ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صرف ایک لفظ کے ذریعے اس کا مفہوم ادا ہو سکے؟۔

مگر یہ قول محلِ نظر ہے کیوں کہ یہ دلیل ایسی صورت میں نہیں چل سکتی جبکہ اسی لفظ کا واضع (مقرر کرنے والا) خود اللہ تعالیٰ ہو۔ لہذا یہ بات ایسی ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایک ذریعے سے اگر کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے تو وہ علم اس سے مختلف ہوگا جو دوسرے ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے اکثر علماء نے تسلیم کیا ہے۔ لہذا اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کی مخصوص ذات کا علم کسی ایک ذریعے سے ہو جائے جیسے واجب بالذات یا معبود برحق کا لفظ ہے اور اس لفظ سے جس ذاتِ باری تعالیٰ کا علم حاصل ہوا ہو اس کا نام اللہ وضع کیا گیا ہو۔ چناں چہ اس لفظ سے اسی مفہوم کا اظہار ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اس صورت سے علم حاصل ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ذات کی خصوصیات بھی معلوم ہوں تا کہ کوئی دوسرا اس کے مفہوم میں شریک نہ ہو سکے ورنہ اس مقصد کے لئے اجمالی علم اور کلی مفہوم کافی نہ ہوگا۔ اس نکتے پر خوب غور و خوض کیا جائے

کیوں کہ یہ دقیق (۱) مسئلہ ہے بل کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کی ضرورت ہے۔

لفظ اللہ کے لطائف

بعض محققین نے یہ فرمایا ہے کہ لفظ اللہ کے (عجیب وغریب) لطائف ہیں۔ اگر اللہ کا ہمزہ (یا الف) نہ بولا جائے تو لِلّٰہِ کا لفظ باقی رہے گا (جیسے) وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں)۔ اگر باقی ماندہ لفظ (للہ) سے لام محذوف ہو تو لہ باقی رہ جائے گا (جس میں اس طرا اشارہ ہے) لَهٗ مافِي السَّمٰوٰاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔ اور اگر اس باقی ماندہ لام کو (لہ سے) حذف کر دیا جائے تو ھو کی ہائے مضمومہ (ہٗ) باقی رہ جاتی ہے۔ (جیسے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہی ہے اس کے وا کوئی معبود نہیں ہے) ھو میں واو زائد ہے اس لئے کہ یہ ھُمَا اور ھُم میں ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں قدرے تامل ہے۔ یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے جو عربی داں ہے۔

جہاں تک اس لفظ (اللہ) کے معانی کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب آپ اللہ کے لفظ سے اسے پکاریں گے تو گویا آپ نے اسے اس کی تمام صفات کے ساتھ پکارا ہے، دوسرے اسماء کا یہ حال نہیں ہے، اسی وجہ سے صرف اسی لفظ سے کلمۂ شہادت درست ہوتا ہے۔

دلیل توحید

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر صاحب قدرت واختیار دو خدا موجود ہوں تو ان دونوں کا دائرۂ اختیار و تخلیق بھی مساوی ہوگا کیوں کہ تمام اختیارات وقدرت کا سرچشمہ ان کی ذات ہوگی اور تمام مخلوقات ممکن ہونے کی وجہ سے ان کے دائرۂ قدرت میں (مقدور) ہوگی ایسی صورت میں دونوں خداؤں کی حیثیت مساویانہ ہوگی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی خاص مخلوق کی تخلیق بیک وقت دونوں خداؤں کے ذریعے ہو (کیوں کہ دونوں کا درجہ مساوی ہے) مگر یہ بات

۱۔ الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر) میں مولانا سندھی کے مضمون پر مولانا نور الحق صاحب نے حواشی لکھے ہیں۔ ایک جگہ وہ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''مولانا سندھیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تبت کا مرکزی مذہبی شہر لاسہ دراصل لاہ سہ ہے یعنی بیت اللہ۔ یہ شہر آرین اقوام کی مذہبی تہذیب کا قدیمی مرکز ہے''۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب یہ خیال مولانا حمید الدین صاحب سے ظاہر کیا تو فرمایا کہ ''خدائے تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیائے مذہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہوتا رہا ہے''۔ (دوسرا ایڈیشن صفحہ نمبر ۳۳۲)

قطعی محال اور ناممکن ہے کیوں کہ دو مستقل طاقتیں بیک وقت ایک چیز کی تخلیق میں (مساویانہ حیثیت سے) شریک نہیں ہوسکتی ہیں۔ اگر کسی خاص چیز کی تخلیق ان دو (خداؤں) میں سے کوئی ایک کرے تو اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ (دو مساوی خداؤں میں سے) کسی ایک کو دوسرے پر بلاوجہ ترجیح کیوں حاصل ہے؟ (جبکہ دونوں کا مرتبہ برابر ہے)۔

لہٰذا اگر متعدد خداؤں کو تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں کسی ممکن چیز کی نہ تخلیق ممکن ہوگی اور نہ اس کا وجود برقرار رہ سکے گا کیوں کہ اس صورت میں مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی محال اور ناممکن صورت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور جس چیز کے ذریعے ناممکن اور محال بات کو تسلیم کرنا پڑے وہ بھی محال اور باطل ہوتی ہے، اس قول کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بہت اہم ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ متعدد خدا ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہوجاتا) یہ منفی دلیل ایسی ہے جو محتاج بیان نہیں۔

فلاسفہ کی دلیل

فلاسفہ نے کہا ہے کہ اگر دو واجب الوجود (غیر فانی ذات) ہوں تو وہ دونوں جداگانہ ممتاز و متعین ہوں گے تاکہ دو جداگانہ شخصیتوں کو ثابت کیا جاسکے، حکماء اس سے پیشتر یہ ثابت کرچکے ہیں کہ وجوب عین ماہیت ہے لہٰذا ایسی صورت میں ان دونوں کو مرکب ماننا پڑے گا اور مرکب ہونے کی وجہ سے وہ واجب الوجود نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی واجب الوجود نہیں ہے حالاں کہ ہم نے اس کے برخلاف بات تسلیم کی تھی۔

شرح مواقف میں مذکور ہے: ''اس مسئلہ (توحید) کے صرف ثنویہ (دو خدا کو ماننے والے لوگ مثلاً مجوسی) ہی مخالف ہیں۔ بت پرست اس کے مخالف نہیں ہیں کیوں کہ یہ بت پرست دو واجب الوجود خداؤں کے قائل نہیں ہیں اور نہ وہ بتوں کو خدائی صفات سے متصف کرتے ہیں، تاہم یہ حقیقت ہے کہ وہ ان پر دیوتاؤں کا اطلاق کرتے ہین، وہ پیغمبروں، زاہدوں، فرشتوں اور سیاروں کی تصاویر اور بُت بنا کر عبادت کے طور پر ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے ذریعے حقیقی معبود (اللہ) تک پہنچنا چاہتے ہیں''۔

کلمہ طیبہ کے فضائل

اس کلمۂ طیبہ کے فضائل حسب ذیل ہیں:

۱۔امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت معاذؓ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو کوئی سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا“۔

۲۔دوسری حدیث وہ ہے جسے ان دونون اماموں نے حضرت ابوذرؓ کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو بندہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر وہ (اسی عقیدہ پر) فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا“۔ میں (ابوذرؓ) نے عرض کیا خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ”خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے“۔ پھر میں نے عرض کیا خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ فرمایا ”ہاں خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے“۔ پھر میں نے عرض کیا خواہ وہ زنا کرے یا چوری کرے؟۔فرمایا ”ہاں خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے اور خواہ ابوذر کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو“۔

۳۔تیسری حدیث وہ ہے جسے امام مسلمؒ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ ”جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا“۔

۴۔چوتھی حدیث وہ ہے جو امام مسلمؒ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ وہ (یقین کے ساتھ) یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا“۔

۵۔پانچویں حدیث وہ ہے جسے امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے یوں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جنت کی کنجیاں (یہ ہیں) کہ اس بات کی شہادت دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں“۔

۶۔چھٹی حدیث وہ ہے جسے امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یوں نقل کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین

دعا الحمد للہ ہے''۔

۷۔ ساتویں حدیث وہ ہے جو شرح السنہ میں حضرت ابو سعید الخدریؓ سے یوں منقول ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' (حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا'' اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دے جس سے میں تجھے یاد کروں یا جس سے میں تجھے پکاروں'' ۔تو پروردگار نے فرمایا'' اے موسیٰ تم لا الہ الا اللہ کہو''۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا:'' اے میرے پروردگار تیرے تمام بندے لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو میرے لئے مخصوص ہو۔ فرمایا اے موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور ان میں بسنے والے جو میرے علاوہ ہیں، نیز ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور کلمۂ لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا ان کے مقابلے میں جھک جائے گا''۔

۸۔ آٹھویں دلیل کلمۂ طیبہ کی فضیلت میں وہ ہے جو مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ (یعنی اسی (اللہ) کی طرف پاک کلمہ بلند ہوتا ہے) کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ الکلم الطیب سے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے۔

۹۔ نویں دلیل وہ ہے جو مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کی ہے لَا یَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ((قیامت کے دن) وہ لوگ بات نہیں کریں گے مگر وہ شخص جسے رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے)۔ مفسرین نے کہا کہ قال صوابا سے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے جو اس نے دنیا میں کہا تھا اور وہی اس کی سفارش کا سبب بنے گا۔

توحید صوفیا

واضح ہو کہ عام مسلمانوں کا عقیدۂ توحید یہ ہے کہ وہ اس ذات پاک کو واجب الوجود اور معبودِ برحق تسلیم کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اسی عقیدے پر آخرت کی نجات اور غیر فانی سعادت کا دارومدار ہے اور بظاہر انبیاءِ کرام نے مخلوقِ خدا کو اسی امر کی دعوت دی تھی۔ مگر وہ صوفیاء کرام جو خدا پرست، صاحب کشف اور شمع نبوت سے نور حاصل کرتے ہیں، زمین ان کے سہارے قائم ہے اور انہی کے فیوض و برکات سے اہل زمین پر نزولِ رحمت ہوتا ہے، انہی کی وجہ سے لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور انہی کی بدولت ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ ان صوفیائے کرام کے نزدیک توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں۔ اس لئے وہ وجود میں اس کا کوئی شریک نہیں مانتے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ (تخلیقِ عالم سے پہلے) موجود مطلق تھا اور اسوقت نہ کسی قسم کی تخلیق تھی اور نہ کوئی اور قید لگی ہوئی تھی، بعینہ اسی طرح وہ اب بھی موجود ہے۔ اور جس چیز کو دنیا، غیر، مقید اور سوی سے موسوم کیا جاتا ہے وہ محض دکھاوا (نمود) اور جلوۂ قدرت ہے جیسا کہ ایک عارف نے کہا ہے:

ترے آگے دوئی کی جا نہیں ہے
تو ہی ہے کل جہاں اور ہر کہیں ہے

شیخ صدر الدین قونوی قدس رہ نے النصوص میں فرمایا ہے: ''سب سے بڑے شبہات اور حجابات وہ ہیں جو وجود واجب میں اعیانِ ثابتہ کے آثار کی وجہ سے متعدد شخصیات کی صورت میں نمودار ہوئے، ان کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اعیان ثابت (یہ شخصیات) موجود ہیں حالاں کہ ان کا ظہور نہیں ہوا بل کہ ان کے آثار کا ظہور ہوا ہے، یہ آئندہ بھی کبھی ظاہر نہیں ہوں گے کیوں کہ بذاتِ خود ان میں ظہور کی صلاحیت نہیں ہے''۔

میرے شیخ اور والد بزرگوار قدس سرہ العزیز اپنے رسالہ کنز الحقائق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''یہ قید (ہستی) اگرچہ محض نمود ہے مگر چوں کہ اس اللہ کی صناعی ہے جس نے ہر چیز کو کمال تک پہنچایا ہے اس لئے (یہ موجود انسان) موجودِ حقیقی کے قائم مقام بن گیا اور اس پر دنیا اور آخرت کے احکام کی ذمہ داری آ گئی، جیسا کہ کتاب وسنت کا فیصلہ ہے۔ اس طرح یہ ابدی ہو گیا اور کسی کے فنا کر دینے سے فنا نہیں ہو گا سوائے اس ذات (اللہ تعالیٰ) کے جس کی نظر اس پر ہے۔ اس کے باوجود اس کا اثر باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں (عارفین) نے اسے مراتب وجود میں شامل کر رکھا ہے''۔

مگر چوں کہ یہ قید (ہستی) حقیقت میں موجود نہیں ہے بل کہ پہلے کی طرح معدوم محض ہے اس لئے کہ اعیان (شخصیات) نے وجود (حقیقی) کی بو تک نہیں سونگھی، اور موجودِ حقیقی خدائے واحد وقہار کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اس لئے اس (ہستی) کو وجود کے ''مرتبۂ تنزل'' سے موسوم کیا جاتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تنزل ہے اور نہ ترقی، بل کہ وہ ہر قید سے آزاد ہے یہاں تک کہ وجودِ مطلق کی قید سے بھی آزاد ہے، البتہ وہ احکام کے مراتب کا جامع ہے اور ہر مرتبے کے مخصوص احکام ہیں جن سے آگے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔ جو شخص ان مراتب کا لحاظ نہیں رکھے گا وہ بے دین ہو جائے گا۔ اسی مقصد کے لئے (الہامی) کتابیں نازل ہوئیں اور اس کی توضیح وحفاظت کے لئے

رسول بھیجے گئے۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ سب سے بہتر طریقہ اس اہم مضمون کو سمجھنے کے لئے وجدانِ صحیح اور روحانی کشف ہے۔

وجود باری

صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہمیں کشف و مشاہدہ سے اس بات کا پتہ چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی عین ذات ہے اور حقیقت میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، اس کی ذات کے علاوہ تمام اشیاء اس کا پرتو اور عکس ہیں جو اس کی ذات سے ملحق ہیں اس لئے اصل اور صحیح وجود اللہ تعالیٰ کا ہے جو بذاتِ خود مستقل اور قائم بالذات ہے اس لئے وجود اور موجود دونوں ایک ہی چیز ہیں کیوں کہ موجود کا مفہوم یہ ہے جس کے ساتھ وجود کا قیام ہو خواہ وہ صفت موصوف کی شکل میں ہو یا وہ بذاتِ خود قائم ہو۔ ایسی صورت میں یہ وجود ایک جداگانہ اور مستقل حقیقت ہے اور ایسی صفت نہیں جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو سکے''۔

(جب یہ بات تسلیم کر لی جائے) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز (حقیقی طور پر) موجود نہیں ہے واجب اور ممکن کے درمیان درجۂ وجود کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق باقی رہے گا کیوں کہ باری تعالیٰ کی ذات عین وجود ہے اس کے برخلاف ممکن کی ذات نہ تو عینِ وجود ہے اور نہ وجود کے ساتھ متصف و ملحق ہے اور نہ وجود کے ساتھ اس کا عارضی قیام ہے بل کہ وجود کے ساتھ مخصوص نسبت و تعلق کی وجہ سے اس کا مشاہدہ ہوتا ہے گویا کہ وہ ممکنات کے وجود کے ساتھ موجود ہے یعنی قائم بالذات وجود (وجود مطلق و مستقل) کے ساتھ ان کا خاص تعلق و نسبت قائم ہے مگر وجود (مطلق) کا قیام و بقا ان کی وجہ سے نہیں ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ لوہار اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی صناعی اور کاریگری کی بدولت لوہے کی چیزیں بنتی ہیں (اس صناعی کی بدولت) لوہے سے اس کا خاص تعلق و نسبت قائم ہے مگر لوہا اس کے ساتھ (چمٹا ہوا) نہیں ہے۔ اسی طرح الشمس اس پانی کو کہتے ہیں جس میں براراست سورج کی شعاعیں پڑی ہوں اور سورج کے بالمقابل ہونے کہ وجہ سے (دھوپ میں) پانی گرم ہو گیا ہو (سورج کے مقابل ہونے کی وجہ سے اور ایک۔ خاص تعلق کی وجہ سے اس کا یہ نام مقرر ہوا) لہٰذا عالمِ وجود (کائنات) کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے مرتبے سے بدرجہا کمتر ہے اور خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک) یہی وجہ ہے کہ مکمل بے نیازی اور تمام ظاہری اور باطنی کمالات حق تعالیٰ کو

حاصل ہیں کیوں کہ وہی عین وجود ہے اور کمالات کا سر چشمہ ہے:

اس کے چہرہ سے مستنیر ہے چاند
اس کی آنکھوں سے سرگیں ہے آنکھ

مخلوق کے لئے اطاعت، حقیقی اور ذاتی محتاجی ہے کیوں کہ حقیقت میں ان کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ ظاہری نمود ہے بل کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے وجود کا عکس ہے جو اعیان (چیزوں) کے آئینون اور ان کی جلوہ گاہوں میں نمودار ہے مگر وہ خود معدوم ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی جس برتن میں ہو، اس کا رنگ قبول کر لیتا ہے حالاں کہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا اور اس میں جو رنگ نظر آتا ہے وہ دوسری چیز کا رنگ ہوتا ہے اس کا اپنا رنگ نہیں ہوتا۔ چناں چہ جب حضرت جنیدؒ بغدادی سے توحید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''پانی کے رنگ میں اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے''، یعنی وہ کمالات اور وجود جو اعیان میں نظر آرہے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عکس ہے انہوں نے وجود کی خوشبو تک بھی نہیں سونگھی لہذا یہ کائنات ان اعیان (چیزوں) سے مرکب ہے جو تجلیٔ باری تعالیٰ کے ذریعے موجود و مخلوق سمجھی گئی ہیں۔ پس عالم کا نظام اس ظاہری وجود اور ان اعدام سے ہے۔ جیسا کہ شیخ عراقی نے کہاہے:

رات اور دن کے ربط ہی کے سبب
کل جہاں کا نظام قائم ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود و عدم کے میل جول اور ان کے اشتراک سے نظامِ عالم قائم ہوا ہے۔

شیخ عارف عبداللہ القدوس الحنفی نے اپنے (فارسی) مکتوبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ بذاتہٖ حقیقت میں ہستی مطلق ہے مگر کائنات کے لباس نے اہلِ حجاب کی آنکھوں میں خاک جھونک دی ہے اور یہی انھیں مہجوری اور جدائی کی تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے''۔ (ان کا مطلب یہ ہے کہ) اعیانِ ثابتہ (موجودہ اشیاء) کی صفات میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے اور ان کے عارضی احکام سے اس کا رنگین ہونا اہل حجاب کے ادراک کے لئے ذریعہ حجاب بن گیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی چیز نمودار ہے اور نہ کوئی اور چیز قابلِ مشاہدہ ہے۔

حضرت شیخ محی الدینؒ (ابن عربی) نے ارشاد فرمایا ہے: ''بعض صوفیائے کرامؒ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ محسوس ہوسکتا ہے اور مخلوق کا وجود عقل میں آسکتا ہے مگر اس کی ذات ان

باتوں سے پاک ہے، اس کی ذات بہت زیادہ نمایاں اور ظاہر ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہے اور انتہائی قریب ہونے کی وجہ سے دور معلوم ہوتی ہے اور ادراک الادراک نہ ہونے کہ وجہ سے (اس کی ذات) مجہول ہے ورنہ معمولی ادراک وعقل ہر انسان کو حاصل ہے جو اس سے کسی حالت میں بھی مفقود نہیں ہے، اسی لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور انہوں نے اسی ادراک الادراک کو حاصل کرنے کے لئے محنتِ شاقہ برداشت کی''۔

فلاسفہ اور صوفیاء کی متفقہ رائے

یہ ذہن نشین رہے کہ فلاسفہ اور صوفیاءِ کرام کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی عین ذات ہے اور غیر اللہ کا وجود ذات واجب الوجود اور قائم بالذات ہستی سے خاص تعلق اور نسبت مخصوصہ کی بناء پر ہے مگر اس کا وجود مستقل اور قائم بالذات وصف نہیں جیسا کہ حداد (لوہار) اور مشمس (دھوپ میں گرم کئے ہوئے پانی) کی مثال میں وضاحت کی گئی ہے۔

فلاسفہ کے دلائل

فلسفیوں نے وجودِ باری تعالیٰ کے عین ذات ہونے کے دو دلائل بیان کئے ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کے وجود کو اس کی ذات سے الگ اور زائد تسلیم کیا جائے تو وہ اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے سبب (علت) کا محتاج ہوگا اگر وہ سبب (ایجاد) خود اس کی ذات ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پہلے اس کی ذات خود موجود ہو اور اس کے بعد وہ وجود باری تعالیٰ کے لئے مؤثر ہو (اسے عالمِ وجود میں لائے) کیوں کہ یہ عقل کا واضح فیصلہ ہے کہ ایجاد، وجود کی فرع ہے (پہلے ایک چیز موجود ہوگی پھر وہ کسی دوسری چیز کی موجد بن سکتی ہے)۔

اب اگر پہلا وجود بعد کے وجود کا عین ہوگا تو کسی شئے کا اپنی ذات پر مقدم ہونا لازم آئے گا اور اگر پہلے وجود کو بعد کے وجود کا غیر تسلیم کیا جائے تو اس غیر کے ساتھ اس کے تعلق کے بارے میں ہم غور کریں گے تا آنکہ یا تو وجود کا تسلسل لازم آئے گا یا یہ سلسلہ کسی ایسے وجود پر جا کر ختم ہوگا جو اس کی عین ذات ہو (اس طرح ایک چیز کے وجود میں متعدد اشیاء کا دخل تسلیم کرنا ہوگا) حالاں کہ عقل اور فطرتِ سلیمہ یہ سمجھتی ہے کہ ایک چیز میں تعدد کا ہونا محال ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو وجود لاحق ہوتا ہے تو اس کی ذات کے پیشِ نظر وجود نہیں ہوتا جیسا کہ جمہور فلاسفہ میں یہ بات مشہور ہے کہ حقیقت اپنی اصلی صورت میں یکساں ہوتی ہے اور

اس سے متعلقہ اشیاء کا اس سے کوئی حقیقی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے لئے وجود کا ثبوت اس کی ذات سے پیدا شدہ نہیں ہے کیوں کہ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ''ایجاد وجود کی شاخ ہے''۔ لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ کوئی ذات اپنی ذاتی حیثیت سے وجود کی شرط کے بغیر موجد بن جائے خواہ وہ اپنی موجد ہو یا کسی دوسرے کی موجد ہو۔ لہذا (نتیجہ یہ نکلا کہ) باری تعالیٰ کی حقیقت ایک پختہ وجود ہے جو بذاتِ خود قائم ہے اور وجود و موجود ایک ساتھ ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں، قیامت کے دن سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ آپ کی امت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ اول و آخر کے انسانوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ (قیامت کے دن) سب سے پہلے آپ ﷺ کا مزارِ مبارک شق ہوگا اور (اس دن) سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی، سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، اللہ تعالیٰ فوراً آپ ﷺ کے لئے دروازہ کھول دیگا، قیامت کے دن آپ ﷺ حمد کا جھنڈا بلند فرمائیں گے جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں: ''میں (پیغمبروں میں) سب سے آخر میں آیا ہوں لیکن قیامت کے دن سب پر سبقت لے جاؤں گا، میں یہ بات فخر کے انداز میں نہیں کہتا (بل کہ یہ ایک حقیقت ہے) کہ میں پیغمبروں کا قائد ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں، اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ جب مُردے دوبارہ زندہ ہوں گے تو میں سب سے پہلے نکل کر اٹھوں گا اور جب انسان وفد بنا کر آئیں گے تو میں ان کا قائد و رہنما ہوں گا اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی طرف سے گفتگو کروں گا اور جب انہیں روک دیا جائے گا تو میں ان کی شفاعت کروں گا اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انھیں خوشخبری سناؤں گا، اس دن کرامت (اور رحمت) کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور اس دن حمد کا عَلَم (جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے پروردگار کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ معزز ہستی سمجھا جاؤں گا۔ میرے چاروں طرف ایک ہزار ایسی خدمت گزار خواتین طواف کریں گی جو پوشیدہ انڈوں اور بکھرے ہوئے موتی کی مانند ہوں گی، قیامت کے دن، میں بلا فخر نبیوں کا امام، ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا''۔

اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی شان خدائی اور ربوبیت کا اظہار فرماتا، اس لئے یہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نبی مقرر ہو چکے تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (اور ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے)۔

آں حضرت ﷺ کی نبوت کے دلائل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے جمہور علماء کے نزدیک معتبر دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے دستِ مبارک سے معجزوں کا ظہور ہوا۔ ہر وہ شخص جو ایسا ہو وہ یقنی طور پر نبی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ متواتر روایات سے ثابت ہے اور یہ بات کہ آپ ﷺ نے معجزے ظاہر فرمائے تو یہ اس لئے ہے کہ قرآن وغیرہ آپ ﷺ کے معجزے ہیں۔

معجزۂ قرآن کریم

قرآن کریم اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند بانگ فصیح و بلیغ خالص عربی ادبا کو چیلنج کیا اور ان کو دعوت دی کہ وہ قرآن جیسی کوئی سورت پیش کریں۔ اس قسم کے لوگ عربوں میں بکثرت تھے اور انتہائی درجہ کے متعصب تھے اور ان کی عہدِ جاہلیت کی حمیت او غیرت بہت مشہور تھی مگر وہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت کے برابر بھی کوئی چیز پیش نہیں کر سکے یہاں تک کہ انہوں نے حروف کے (قلمی) مقابلے پر تلوار کی جنگ کو ترجیح دی اگر وہ (قلمی) مقابلے کر سکتے تو وہ ضرور مقابلہ کرتے اور ہمیں متواتر روایات سے اس کا علم ہوتا اس لئے کہ نقل و روایت کے بکثرت ذرائع ہیں (ان میں سے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ) مثلاً کوئی مقرر و خطیب منبر پر بیٹھ کر ایسے واقعہ کو بیان کرے (لہذا اگر ایسا واقعہ صحیح ہوتا تو) معمول اور عادت کے مطابق ان سب واقعات کا یقینی علم حاصل ہو جاتا اس لئے کہ حواس کی طرح عادت بھی علم کا ایک ذریعہ ہے۔

معجزہ نبوت کی دلیل ہے

ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزات دکھلائے اسے (صحیح معنوں میں) نبی اور پیغمبر تسلیم کرنا چاہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نبوت کے دعویدار کی طرف سے معجزہ کے ظہور

کے بعد وہ لوگوں کے دلوں میں اس کی صداقت کا یقین پیدا کر دیتا ہے کیوں کہ بالعموم جھوٹے انسان کی طرف سے معجزہ کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کہ کہے "میں پیغمبر ہوں" پھر وہ پہاڑ کو اکھاڑ کر لوگوں کے سروں پر کھڑا کر دے اور یہ کہے "اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ (پہاڑ) تم پر گر پڑے گا اور اگر تم میری تصدیق کرو گے تو یہ (پہاڑ) تم پر سے ہٹ جائے گا"۔ پھر جب لوگ اس کی تصدیق کرنے کا ارادہ کریں تو (فی الواقع وہ پہاڑ) ان سے دور ہو جائے اور جب وہ اسے جھٹلانے کا قصد کریں تو ان کے قریب آ جائے۔ ایسی صورت میں واضح طور پر یہ یقین حاصل ہوگا کہ یہ شخص اپنے دعویٰ (نبوت) میں سچا ہے اور عقل و عادت یہی فیصلہ کرے گی کہ ایک جھوٹا شخص ایسا کام نہیں کر سکتا۔

معجزے کے دلیل ہونے کی مثال

ان لوگوں نے اس کی ایک اور مثال بیان کی ہے اور یہ کہا ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کی محفل میں جم غفیر (بڑے مجمع) کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان کے پاس اس بادشاہ کا سفیر بن کر آیا ہے۔ جب وہ لوگ اس سے دلیل اور ثبوت کا مطالبہ کریں تو وہ کہے "اگر یہ بادشاہ اپنی عادت اور معمول کے برخلاف اپنے تخت سے کھڑا ہو کر ایسی جگہ بیٹھ جائے جہاں (بیٹھنے کا) وہ عادی نہیں ہے"۔ تو اس فعل سے اس کی تصدیق ہو جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ ایسا ہی کرے تو (اس کا یہ فعل) بلا شک و شبہ اس (کے دعوی) کی تصدیق کے لئے بالکل مفید ہوگا۔

یہ مثال اس قسم کی نہیں ہے جس میں غائب کو موجود پر قیاس کیا گیا ہے بل کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ثابت کریں کہ معجزہ کے ظہور سے صداقت کا کھلم کھلا ثبوت ملتا ہے اور حسب معمول و عادت اس کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے اس کی مزید وضاحت اور اس پر سوالات و جوابات کی تفصیل بڑی کتابوں میں مزکور ہے جسے ہم نے اس رسالہ میں مفصل بیان کیا ہے جو اثباتِ نبوت کے نام سے لکھا ہے۔ (۱)

دیگر معجزات

قرآن کریم کے علاوہ جو دوسرے معجزات بیان کئے گئے ہیں وہ بہ تفصیل و تواتر منقل نہیں

(۱) رسالہ اثبات النبوۃ عربی زبان میں ہے جو محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی کے فاضلانہ مقدمے اور اردو ترجمے کے ساتھ "ادارہ مجددیہ" کراچی سے شائع ہوا ہے۔

ہیں لیکن (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) معجزات کے صادر ہونے کا ثبوت متواتر روایات سے مسلّم ہے (ہمیں اس کا ایسا ہی یقین ہے) جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت یقینی اور مسلم حقیقت ہے لہذا ہمارے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے یہ (معجزات کا اجمالی ثبوت) کافی ہے۔

اس کے علاوہ نبوت سے پہلے تبلیغ کے وقت اور تبلیغِ دین کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور حالات (آپ ﷺ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے) واضح ثبوت ہیں۔ (اسی طرح) آپ کے اعلیٰ اخلاقِ حسنہ اور دانشمندانہ احکام ہیں۔ آپ ﷺ ایسے خطرناک موقعوں پر پیش قدمی فرماتے تھے جہں بڑے بڑے بہاسر اور سورما بھی پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے نہ صرف مذہبی کاموں بل کہ دنیاوی امور میں بھی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ بالا ہوتا و آپ کے دشمن اسے تمام دنیا میں مشہور کردیتے۔ آپ نے نہ پیغمبری سے پہلے اور نہ بعثت کے بعد کوئی بُرا کام کیا۔ آپ ﷺ اُمّی اور ناخواندہ ہونے کے باوجود بے حد فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت کے سلسلے میں طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں، چناں چہ آپ ﷺ خود فرماتے ہیں: ''کسی پیغمبر کو اس قدر اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں جس قدر تکالیف اور اذیتیں مجھے دی گئی ہیں''۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے صبر و استقلال کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کیا اور آپ ﷺ کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

جب آپ ﷺ دشمنوں پر غالب آگئے اور آپ (دنیاوی حیثیت سے) اس قدر بلند مرتبہ پر پہنچ گئے کہ لوگوں کی جان و مال کے بارے میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلے ہونے لگے تو اس موقع پر بھی آپ ﷺ کی حلت میں کوئی تبدیلی نہ آئی بل کہ آپ ﷺ آغازِ زندگی سے لے کر آخر عمر تک اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل پیرا رہے۔

آپ ﷺ اپنی امت (مسلمانوں) پر بے حد رحم و شفقت فرماتے تھے یہاں تک کہ (قرآنِ کریم میں) اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: ''ان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ ﷺ کی جان نہ جاتی رہے''۔ آپ ﷺ بے حد سخی تھے یہاں تک کہ آپ کو یہ ہدایت دی گئی۔ ''آپ کو (اپنے ہاتھ) پوری طرح نہ کھول دینے چاہئیں۔

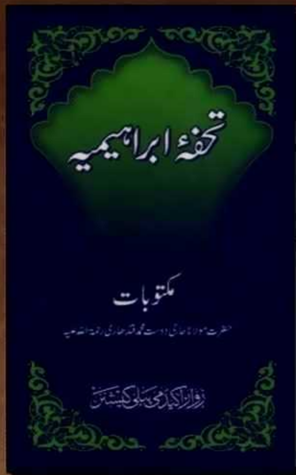
آپ دنیا کے اسبابِ آرائش کی طرف رخ کر کے بھی نہ دیکھتے تھے بل کہ آپ فقرا اور غربا کے ساتھ انتہائی عاجزی سے ملتے تھے اور دولتمندوں کے ساتھ اپنی خودداری اور سربلندی قائم

رکھتے تھے۔

آپ ﷺ دشمنوں سے (ڈر کر) کبھی نہیں بھاگے خواہ کتنا ہی خوف و خطر لاحق ہوا ہو، جیسا کہ جنگِ احد اور جنگِ احزاب (کے واقعات) سے ثابت ہے۔ اس سے آپ ﷺ کی قلبی طاقت اور اولوالعزمی کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا "کہ اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا"۔ لہٰذا اگر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ (کے وعدہ) کی عظمت پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو یہ چیزیں عادتاً ناممکن ہوتیں۔ اس کے بعد تمام کائنات کے حالات تبدیل ہوگئے مگر آپ کے اوصاف و عادات تبدیل نہیں ہوئے۔ یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو کسی سمجھ دار اور انصاف پسند انسان سے پوشیدہ نہیں۔

اے اللہ ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں رہنمائی کر۔

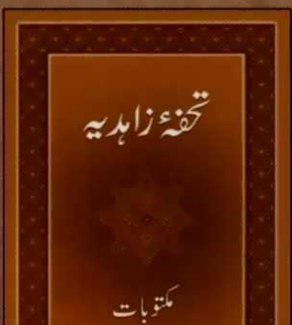
یہ رسالہ انجام پذیر ہوا۔ ابتدا اور انتہا میں اسی (خدا) کی تعریف ہے اور اسی کا حکم (قائم) ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹ کر جاؤ گے۔



تحفۂ ابراہیمیہ

مکتوبات

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ



تحفۂ زاہدیہ

مکتوبات

حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ
و
حضرت مولانا خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز
اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی-۷۴۶۰۰ فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰
info@rahet.org www.rahet.org